ارشادات حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند

ضبط و ترتیب
ابو حامد۔ ادارۃ الحق

قسط ۲

حیاتِ طیبہ — ایمانی زندگی

اب اس انسانی زندگی کو ذرا ایک قدم اور بڑھا دیجئے کہ طبع بشری کھانے پینے سے محض نفس کی رضا چاہتی تھی، جب عقل آگئی تو اب بنی نوع کی رضا سامنے آگئی کہ میرے سارے بھائی بند بھی راضی ہوں۔ اب اگر کسی کے اندر ان تمام افعال کے اندر یہ چیز بھی پیش نظر ہو جائے کہ تنہا میں راضی نہ ہوں نہ تنہا میرے بھائی بند۔ بلکہ میرا خدا بھی راضی ہو۔ تو اب یہ ایمانی زندگی شروع ہوگئی۔ وہی چیزیں اب ایمان کی حکومت کے نیچے آگئیں جو اب تک عقل اور طبیعت کی حکومت میں تھیں۔ عقل انسانی جماعت پسندی اور مفاد عامہ کی رہبری کرتی تھی۔ لیکن جب ایمان کی روشنی آئی تو اب یہ فکر پڑی کہ جب کھانا کھانے بیٹھے تو سوچے کہ کھانا اس طرح سے کھاؤں کہ میرا خدا بھی راضی، لباس پہنے تو اسے اس طرح پہنوں کہ میرا خدا بھی راضی رہے، ایسا لباس نہ پہنوں جو اس کے منشاء کے خلاف ہو۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ بنی آدم میں مردوں کیلئے ریشم کا کپڑا پہننا حرام ہے۔ ریشم کا کپڑا پہننے سے نفس اور بھائی بندے تو راضی ہو جائیں گے کہ بڑا عمدہ لباس پہنا ہے۔ مگر اللہ میاں راضی نہیں تو عقل اور نفس تو راضی ہوگئے مگر خدا راضی نہیں ہوئے۔ تو ایمان کی حکومت میں آکر آدمی سوچتا ہے کہ کون سا لباس جائز ہے کون سا ناجائز کون سا حلال اور کون سا حرام ——؟ حدیث میں فرمایا گیا کہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے حرام کرتا ہوں۔ کسی نے سونے کی انگوٹھی پہن لی تو قطعاً ناجائز ہے حرام ہے۔ فرمایا: حلیۃ اھل النار۔ اہل جہنم کا زیور ہے، یہ آگ کی طرف لے جائے گا۔

البتہ سونے کے بٹن کے بارے میں اجازت دی ہے شریعت نے لیکن اس وجہ سے کہ اس کو تابع سمجھا گیا ہے لباس کے۔ کہ جیسے لباس پر زری کا کام کیا جائے۔ تو بٹنوں کو کپڑوں کے

حکم میں سمجھا گیا ہے۔ پھول بوٹوں کی شکل میں۔ مگر بٹن کا بھی ایک مقدار ہے کہ دو تین ماشے سے زیادہ نہ ہو۔ بہت زیادہ وزنی پہنے گا تو یہ ہوسنا کی ہوگی، اس کے ساتھ فقہاء یہ بھی قید لگاتے ہیں کہ اگر بٹن کا استعمال ہو تو بدن سے نہیں لگانا چاہئے بلکہ کسی کپڑے سے سی کر پہنا جائے تاکہ براہِ راست سونا بدن سے مس بھی نہ کرے، لباس سے اوپر سلی ہوئی ہو، اتنے قیود کے ساتھ اجازت دی گئی ہے ــــ

ــــ تو جب آدمی ایمانی زندگی کے نیچے آئے گا تو ایک بٹن بھی سامنے آئے گا تو سوچے گا کہ ــــ کس کس طرح جائز ہے کس کس طرح نہیں؟ کتنا پہنوں، کتنا نہ پہنوں، محض عقل تو اجازت دیدے گی کہ پانچ پانچ تولے کے بٹن پہن لو، چاہے تم ہار اور کنگن بھی پہن لو عقل نہیں روکے گی اس لئے کہ عقل زیادہ سے زیادہ نفس کی رضا چاہتی یا انسان کی رضا ــــ خدا کی رضا؟ اس کا تعلق تو ایمانی زندگی سے ہے

اسی طرح کھانا کھانے کے لئے بیٹھے گا آدمی تو غور کرے گا کہ یہ خنزیر تو نہیں جو حرام ہے۔ یہ فلاں جانور کا گوشت نہیں ہونا چاہئے حرام چیز سے اس طرح بھاگے گا جیسے سنکھیا سے بھاگتا ہے۔ اس لئے سنکھیا مادی موت کا سبب ہے، اور حرام چیز کا کھانا روحانی موت کا سبب بن جاتا ہے لیکن محض عقل؟ وہ تو ممانعت نہیں کرے گی، چاہے سانپ کھائے، خنزیر کھائے لیکن ایمان اجازت نہیں دیگا، اس واسطے کہ ہر گوشت ہر پوست میں ایک خاصیت ہے تو جیسے اطباء بُری خاصیت کی اشیاء کے کھانے سے ممانعت کرتے ہیں، اطبائے روحانی انبیاء علیہم السلام بھی بُری اشیاء سے روکتے ہیں۔ ہر گوشت کی ایک خاصیت ہے۔ خنزیر کی طبیعت میں بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔ نجاست خور ہے غلاظت خور ہے۔ ایک خنزیر جست کرتا ہے دوسرے ہم جنسوں پہ تو ویسے گندگی اور وہی صورت اس کے کھانے والوں میں بھی آئے گی۔ غلاظت، کدورت، بے حیائی اور بے غیرتی جیسے اوصاف پیدا ہوں گے۔ درندوں کا گوشت شیر، بھیڑیا کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ ان کے گوشت کے اندر درندگی کی خاصیت ہے۔ تو انسان ان چیزوں کے کھانے والا اعلیٰ سے اعلیٰ جانور بن جائے مگر انسانیت ختم ہو جائے گی، اس لئے شارع نے ممانعت کی اور ایسے جانوروں کی اجازت دی جو اعتدال کا شان رکھتے ہوں۔ کچھ مسکنت کی شان ہو بے غیرتی اور بے حیائی نہ ہو، حملہ آوروں کے جذبات نہ ہوں۔ تاکہ عدل پیدا ہو یہ خاصیت اللہ جانتا ہے کہ اُس نے کسی مخلوق کو کیسا بنایا اس کا حق ہے کہ وہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں جانور حلال

کیا فلاں حرام کیا۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ حرام کیا گیا تم پر اور خنزیر اور مردار چیز جس کے روح نکل جانے پر اس میں روحانیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا خالص مادیت رہ جاتی ہے اور خالص مادیت میں ایک تعفن رہتا ہے۔ گندی چیز ہے۔ روح اگر اس سے گندگی دفع کرتی ہے تو حق تعالیٰ جو شریعتوں کا بھیجنے والا اور ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے کس چیز میں کیسی خاصیت اور کیا جوہر رکھا ہے۔ اور کیا نہیں۔ اسے حق ہے کہ کہے کہ فلاں چیز استعمال کرو فلاں مت کرو، تو جب آدمی ایمان کے نیچے آجاتا ہے تو پھر اس میں کھانے پینے رہنے سہنے اوڑھنے میں رضائے خداوندی پیش نظر رہتی ہے کہ اگر مالک اور محسن ناراض ہوتا ہے تو مجھے حق نہیں کہ کوئی ایسا کام کروں۔

اسی طرح نسل بڑھانے میں بھی یہی خیال رہے گا۔ زنا سے بچے گا نکاح کی طرف آئیگا تو اگر ایمانی زندگی نہ ہو محض عقل ہو تو عقل محض میں زنا بھی حلال ہے اور نکاح بھی، اس میں اس کا کوئی امتیاز نہیں کہ یہ نکاح ہے اور وہ سفاح۔ تو طبع بشری میں محض نفس کی رضا پیشِ نظر ہوتی ہے۔ عقل آجائے تو معاذ عامہ سامنے آتا ہے جسے ہم جمہوریت کہیں گے، اور جمہوریت میں یہی ہوتا ہے کہ سب کی رائے سے لے اور سب کی خوشی حاصل ہوجائے اور جب ایمانی زندگی آتی ہے۔ تو جمہور سے بالاتر خدا کی رضا کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ راضی ہو جمہور راضی ہو یا نہ ہو سارے انسان مل کر بھی ناراض ہوجائیں تو یہ اسے گوارا کرے گا۔ اللہ کو نہیں پروردگار کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دے گا۔

تو ایمانی زندگی کے اندر وہی تمام چیزیں ہیں جو اب استعمال میں آرہی تھیں صرف شکل بدل گئی اور شکل آگئی، رضائے خداوندی کی۔ کہ کس طرح مجھے حکم دیا میرے مالک نے حدیث میں فرمایا گیا کہ پانی پیو تو دائیں ہاتھ سے، بائیں ہاتھ سے پیو گے تو شیطان شامل ہوجائے گا، اور جب شیطان کا حصہ کھانے پینے میں آگیا تو نفس پر شیطنت کے اثرات پڑیں گے۔ اگر بایاں ہاتھ کھانے سے آلودہ ہو اور مجبور ہے کہ گلاس بائیں ہاتھ میں لیں تو کم سے کم دائیں ہاتھ کا کوئی حصہ لگا لیا جائے تاکہ دائیں سے پینا متحقق ہوجائے گا۔ اس واسطے فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا شیاطین کا کام ہے اور دائیں ہاتھ سے انبیاء کا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن۔ نبی کریم کو ہر شریف اور بہتر کام میں دایاں ہاتھ پسند تھا، لباس پہنتے تو پہلے دایاں ہاتھ دائیں آستین میں ڈالتے۔ پاجامہ پہنتے تو پہلے دایاں پیر دائیں پائنچے میں، کنگھی کرتے تو پہلے دائیں جانب،

دانت مارتے تو پہلے دائیں جانب کو، انگلی چلاتے تو   اور   کی جانب انبیاء کو پسند ہے۔ بائیں جانب سمجھی جاتی ہے خسیس اور دائیں جانب شریف۔ تو کثافت اور رذالت کے امور شیاطین کو پسندیدہ ہیں اور ہر چیز میں پاک صاف انبیاء کو پسند ہے۔ اسی طرح ایمانی زندگی کی وجہ سے کھانے پینے میں غور کرے گا کہ کھانا حلال کا ہو حرام کا نہ ہو۔ اس واسطے کہ دینی توفیق کا تعلق اکلِ حلال سے ہے حرام لقمہ جب پیٹ میں پہنچتا ہے تو توفیق دینی جذبات کے سلب ہو جاتی ہے حلال پہنچتا ہے تو دین پر عمل اور محبت کے جذبات بھڑکتے ہیں اس لئے کہ دین بہر حال صاف چیز ہے۔ اگر کسی شخص کی طبیعت نہایت پاکیزہ اور ستھری ہے اس کے سامنے اگر کسی غلیظ آدمی کو پیش کرو تو منہ پھیرے گا اور اگر اس کی طبیعت گندی ہے تو جتنی غلیظ چیزیں سامنے آئیں گی اس کے لئے اتنا ہی خوشی کا موقع ہوگا۔ دکن کے جو بادشاہ تھے تاناشاہ ــــ مشہور ہے تاناشاہی تاناشاہی طبیعت کے ہیں۔ طبیعت بہت زیادہ نفیس و نازک تھی۔ جب   نے ان پر قبضہ کیا دکن کے حملہ میں اور قیدی بنا کر فاتح کے سامنے پیش ہوئے تو تجویز ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو انہوں نے کہا کہ جب مجھے بہر حال واجب القتل سمجھتے ہو تو اس کیلئے تم زیادہ جدوجہد مت کرو، میں آسان ترکیب بتائے دیتا ہوں ــــ مزاج میں حد درجہ لطافت، تو کہا کہ کسی غلیظ عورت بھنگن کو گندگی لیکر سامنے سے گذار دو تو میں ختم ہو جاؤں گا، چنانچہ غلاظت کا ٹوکرا سامنے لایا گیا بس وہیں دم نکل گیا، تحمل نہیں کر سکے۔

الغرض پاک صاف اور نفیس طبیعت ستھری چیزوں سے خوش ہوتی ہے۔ جو چیزیں پاخانہ میں پیدا ہوتی ہیں اگر اسے باہر ڈالدو وہیں مرجائیں گی۔ اس لئے کہ غلاظت ان کا طبعی تقاضا ہے۔ اور صاف چیزوں پر ناپاک چیزوں سے مردنی چھا جاتی ہے۔ تو ہر چیز میں اسکی طبیعت کے مناسب جو چیز ہے، آتی ہے جبھی وہ زندہ رہتی ہے اور ایمانی طبائع کبھی برداشت نہیں کرتی لقمۂ حرام کو حتی کہ مشتبہ لقمہ کو بھی۔

ہمارے بزرگوں میں تھے حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، ان کا تقوٰی اور طہارت مشہور ہے، فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کا میرے ساتھ معاملہ ہے کہ اگر نادانستگی میں بھی کوئی مشتبہ لقمہ پیٹ میں چلا جائے تو فوراً قے آجاتی ہے، تو انتہائی تقوٰی اور پاکیزگی بڑھتے بڑھتے حق تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ آدمی متقی بننے کی مشق کرے۔ جب تقوائے باطنی نصیب ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ خود حفاظت فرماتے ہیں ــــ حضرت مولانا تھانویؒ اپنا ہی واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میں

ایک دفعہ اعظم گڑھ گیا، اور اس ضلع میں چھوٹا سا گاؤں تھا سٹیشن سے چار میل دور، وہاں کے لوگوں نے مجھے بلایا تو وہاں سے جب فارغ ہوا اور ریل رات کو گیارہ بجے جاتی تھی، سردی کا زمانہ تھا، تو لوگوں نے کہا کہ سردی کا زمانہ ہے، اندھیری رات ہوگی بارشیں ہو رہی ہوں گی، اس لئے رات کو جانے میں تکلیف ہوگی، اس لئے مناسب ہے کہ عصر کے وقت سٹیشن پہنچا دیا جائے، رات کو ٹرین آئے گی تو سوار ہو جائیں گے تو حضرت کو سوار کر کے اسٹیشن لائے جو بہت چھوٹا سا تھا نہ ویٹنگ روم نہ مسافر خانہ، ایک ہی کمرہ تھا دفتر کا، اور اسی سے ملا ہوا مال گودام تھا، بوریاں وغیرہ بھرتے تھے۔ تو اسٹیشن ماسٹر تھا تو ہندو مگر بھلا آدمی اس نے دو چار بوریاں ہٹائیں اور مصلے کی جگہ بنائی اور کچھ آرام کی جگہ ہوگئی، حضرت سے کہا کہ آرام سے بیٹھیں، فرماتے تھے جب مغرب کا وقت ہوا تو میں نے نماز پڑھی اس کے بعد سنتیں اور اس کے بعد نفلوں کی نیت باندھی تو وہ اسٹیشن ماسٹر ایک لیمپ لیکر آیا تاکہ روشنی ہو جائے فرماتے تھے حضرتؒ کہ معاً مجھے یہ خطرہ ہوا کہ مال گودام کیلئے گورنمنٹ نے کوئی لیمپ رکھا نہیں ہے۔ یہ محض میری وجہ سے لایا ہوگا، تو میں گویا غاصب ٹھہرا میرے لئے حق نہیں کہ اسے استعمال کروں۔ نماز میں ایک بے چینی شروع ہوگئی کہ اے اللہ تو نے ہمیشہ مجھے مشتبہ چیزوں سے بچایا ہے۔ یہ مشتبہ چیز آرہی ہے جس کا مجھے حق نہیں اس لئے تو ہی بچانے والا ہے۔ فرماتے تھے کہ بمشکل میں نے دو رکعتیں ختم کیں اور اس نے لیمپ رکھا نہیں بلکہ لئے ہوئے کھڑا ہے۔ جب میں نے سلام پھیرا تو اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں یہ لیمپ لیکر آیا ہوں، اور یہ اسٹیشن کا نہیں میرا ذاتی ہے اس لئے لایا کہ اندھیرے کی تکلیف نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ میں نے اتنی دعائیں کیں اس کے حق میں کہ اتنی رعایت ہے اس لئے اس نے خود محسوس کیا کہ مجھے حق نہیں۔ تو اپنے گھر سے لایا۔ تو طبیعت میں جب سلامتی ہو تو کافر بھی ہو قدرت رہنمائی کرتی ہے، بشرطیکہ مذہب کا کوئی جذبہ موجود ہو اخلاقی قدریں اس کے اندر ہوں۔

الغرض متقی جب تقویٰ تک پہنچ جائے تو — "می دہد یزداں مراد متقین" والا معاملہ ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ ایسے راستے پیدا فرما دیتے ہیں کہ مشتبہات سے بھی بچائے مگر یہ جب ہی ہوتا ہے کہ تقویٰ باطنی کی عادت ڈالے جو تقویٰ ظاہر کا ہے وہ تو یہ ہے کہ برا عمل نہ کرے ناجائز نہ کرے، ہر کام جائز عمل کی حد میں اور ایک ہے باطنی تقویٰ وہ زیادہ دقیق ہوتا ہے ہر ایک کی رسائی نہیں ہوتی جب تک کہ اعلیٰ درجہ کا متقی نہ ہو۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص کوئی خوش رنگ شربت پینے بیٹھا ہے اور تصور میں یہ

باندھا ہے کہ میں شراب پی رہا ہوں۔ تو فرماتے ہیں کہ یہ گنہگار ہے اور اگر اسکی نیت کھل جائے تو حاکم وقت اسے سزا دے گا۔ وہ شربت بھی اس کے حق میں مکروہ تحریمی بن جاتا ہے۔ اس نے زبان سے اگرچہ شراب نہ پی مگر خیال سے پی لی۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اس کے ہاتھ تھامے ہوئے ہے اور دل میں دھیان ہے کہ فلاں اجنبیہ عورت جس سے مجھے عشق ہے یہ وہی اجنبیہ عورت ہے تصوّر اس کا باندھ لیا۔ تو فرماتے ہیں کہ یہ باطنی طور پر حکم میں زنا کا ہو جائے گا اس کے حق میں تب جائز ہوگا کہ تصوّر بدل کر توبہ کر دے تو دل میں تصورات بھی غلط طرح کے نہ ہوں بُرا تصور آئے گا تو آگے عمل شروع ہوتا ہے جذبات دل میں پیدا ہوتے ہیں تو عمل بھی ناپاک ہو جائے گا۔ اسے کہتے ہیں تقویٰ باطنی۔

انّ الذین اتقوا اذا مسّھم الشیطان ۔ الخ ــــ جو لوگ تقویٰ کی عادت ڈالتے ہیں اگر ناگہانی کسی غلطی میں پڑ جائے فوراً ان کی طبیعت میں روشنی پیدا ہوتی ہے، اور توبہ کر کے سنبھلتے ہیں۔ اس خیال سے بھی توبہ کرتے ہیں خیال سے تو عمل پیدا ہوتا ہے، خیالات کو اگر نہ روکے اور اجازت دے کہ جیسا رَو آئے تو چلتے رہو تو بہت سی بدعملیوں میں مبتلا ہو جائے گا آدمی ــــ اب کتنی دقیق بات ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ اجنبیہ عورت کے بچے ہوئے پانی [illegible] کرنا مکروہ ہے اجنبی کیلئے اس لئے کہ اسے خیال آئے گا کہ فلاں عورت کا بچا ہوا پانی ہے۔ اگر یہ دھیان بڑھ گیا تو ممکن ہے آگے بہت سے فساد پیدا ہوں۔ حدیث میں فرمایا: التقویٰ ھھنا۔ تقویٰ قلب کے اندر ہوتا ہے جب قلب کے اندر آجائے گا۔ تب عمل کے اندر پیدا ہوگا جب قلب میں نہ تو قالب ہے۔ وہ کیسے متقی بن جائے تو بہر حال جب ایمانی زندگی آجاتی ہے تو خیالات پر بھی کنٹرول کرتا ہے کہ ایسے نہ ہوں جس سے اللہ ناراض ہو جائے۔

اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے آپ کے ہاتھ پیر دیکھتا ہے ایسے ہی اللہ دلوں کو بھی دیکھتے ہیں ــــ واللہ علیمٌ بذات الصدور ــــ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیّاتکم ــــ تمہارے عملوں کو نہیں دیکھتا دلوں کو دیکھتا ہے کہ نیت کیا ہے اس کے اندر۔

تو دنیا دی بادشاہتوں کا قانون صرف بدن پر لاگو ہوتا ہے لیکن خدائی قانون تو قلب پر بھی لاگو ہوگا، دنیوی سلطنتیں بدعملی سے روک سکتی ہیں کہ چور نے چوری کی اسے جیل بھیج دیا۔ ڈکیت نے ڈکیتی کی اسے جیل بھیجا، لیکن قلب تو نہیں بدل سکتا وہ تو خدا کی حکومت سے بدلے گا"

دنیاوی حکومتیں افعال سے روکتی ہیں اور خدائی حکومت اور قانون ان برے افعال کی نفرت دل میں ڈالتی ہے، تو جب تک اخلاقی حالت درست نہ ہو آدمی صحیح معنوں میں آدمی نہیں بن سکتا اس کے لئے یہ بھی ضروری اور لازمی چیز ہے کہ اخلاقی حیثیت سے اس کے اندر نفرت پیدا ہو جائے بدعملی سے تو شریعت یہ بھی چاہتی ہے کہ برے افعال پر پابندی عائد کی جائے تاکہ ملک بدعمل نہ بنیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے اخلاق درست کئے جائیں تاکہ بدعملی سے لذت حاصل نہ ہو سکے بلکہ نفرت پیدا ہو جائے تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہی کھانا پینا وہی سونا جاگنا وہی اٹھنا بیٹھنا وہی مکان بنانا، طبیعت حکومت کر رہی تھی، تو حیوانی زندگی جب عقل حکومت کرنے لگی تو انسانی زندگی بنی اور خدا کی وحی حکومت کرنے لگی، تو ایمانی زندگی بنی جو وہ انسانی زندگی کا تھا، انہی افعال کو شائستہ اور بہتر بنا دیا تو شریعتِ اسلام آپ کو کھانے پینے تجارت زراعت سے نہیں روکتی، حکمرانی کو نہیں روکتی مگر ان ساری چیزوں کو شائستہ بنا کر رضائے خداوندی کا ذریعہ بنا دے گی تاکہ آپ کے قلب میں شائستگی پیدا ہو جائے۔ تو اسلام جامع مذہب ہے وہ فقط نماز روزہ نہیں سکھلاتا بلکہ اس کا تعلق تختِ سلطنت سے بھی ہے، گھریلو زندگی سے بھی میدانی اور جنگی زندگی سے بھی صلح سے بھی اور جنگ سے بھی کام وہی کیسے تو انسانی زندگی میں ہوں۔ مگر اس کا رخ دین کی طرف بدل دیتا ہے۔ قلب کا رُخ ذرا سیدھا کر دو پھر دین بن جائے گا۔

غزوۂ بدر میں حضرت علیؓ نے ابوجہل کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور خنجر اٹھایا تو ابوجہل نے نیچے سے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا، حضرت علی فوراً خنجر چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ابوجہل نے کہا: اے علیؓ میں تو تجھے بڑا دانشمند سمجھتا تھا۔ اب آپ دشمن پر قابو پا گئے اور دشمن بھی ایسا جو نہ صرف تمہارا بلکہ تمہارے پیغمبر اور دین کا بھی دشمن ہے۔ تو جو بدترین دشمن تھا تمہارے نزدیک آپ نے اس پر قابو پا کر چھوڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر غیر دانشمندی کیا ہو گی؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں تجھ سے خدا کے لئے لڑنے آیا تھا جذباتِ نفسانی کی وجہ سے نہیں تو جب منہ پر تم نے تھوکا تو نفس میں غیظ پیدا ہوا۔ اگر میں قتل کرتا تو نفسانی جذبہ سے قتل کرتا، اور میری عبادت تباہ ہو جائے گی۔ تو میں تو اللہ کے لئے لڑتا ہوں کہ تو اللہ کے دین کا دشمن ہے۔ اس کے کلمہ کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ تو نفسانیت کا قتل کرنا للّٰہیت باقی نہ ہوتی، تو عمل وہی تھا طبعی جذبے سے قتل کرتے، تو نفسانی جذبہ ہوتا اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ محظوظ

ہو جانے، لیکن ایمانی جذبے سے قتل کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا خدا راضی ہو اور مجھے آخرت میں اجر ملے۔ پس جو کام انسان کرتا ہے وہ سب کرتے ہیں۔ کافر کھاتا پیتا ہے، مومن بھی کھاتا پیتا ہے۔ وہ لڑتا ہے اور صلح کرتا ہے یہ بھی لڑتا ہے اور صلح کرتا ہے، فرق کیا ہے، وہ بحیثیت مومن کے ہر کام کرے گا، لوجہ اللہ کرے گا۔ کافر وہی کام اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے کرے گا۔ مومن میں نفسانیت ختم ہو جاتی ہے، وہ تو للہ فی اللہ کام کرتا ہے تو عمل میں فرق نہیں ہوتا نیت اور روح میں فرق ہوتا ہے، ایک کا رخ ہے زمین کی طرف اور دوسرے کا عرش کی طرف، تو ایمانی زندگی فقط رخ بدلتی ہے، اعمال کو تبدیل نہیں کرتی، نفس مہذب ہو جائے تہذیب نفس اصل ہے تو یہ کہلاتی ہے۔ ایمانی زندگی۔ تو اگر ہم فقط کھانے پینے میں لگے رہیں فقط اوڑھنے پہننے اور سنوارنے میں لگے رہیں تو حیوانیت سے آگے نہ بڑھیں اور اگر قومی خدمت اور مفاد عامہ کیلئے کچھ کیا تو زیادہ سے زیادہ انسان بن گئے، لیکن مومن نہیں بنیں گے۔ اور مومن جب بنیں گے، تو ان سب چیزوں کو لوجہ اللہ کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے کہا اذ قال لہٗ ربہٗ اسلم۔ اے ابراہیم مسلم بن جاؤ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ اب تک کفر میں تھے، اب قبول کرے وہ تو پیغمبر ہیں، سرچشمہ ہیں ایمان کے۔ تو مسلم بننے کے معنی ہیں گردن نہاد ہونے کے کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردے کہ جو کام کرو اپنے نفس کی رضا کیلئے نہ کرو۔ قال اسلمت لرب العالمین۔ ابراہیمؑ نے کہا اے اللہ میں بن گیا مسلم۔ فرمایا کہ بن گئے تو اعلان کرو۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہٗ وبذلک امرت وانا اول المسلمین۔ کہہ دے اے ابراہیم کہ میری نماز اور حج میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ تو میں ان اعمال میں کوئی شریک نہیں کرتا محض اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہوں، مسلم بننے کا معنی یہی ہے کہ کھانا پینا مرنا جینا لوجہ اللہ بن جائے۔ تو ایمان اگر کوئی اور زندگی نہیں سکھلاتا، اسی انسانی زندگی کو مہذب اور شائستہ بنا دیتی ہے۔ اور جب یہ مکمل ہو جاتا ہے۔ تو اب اللہ کی رضا کیلئے لڑتا، مرتا اور جیتا بھی ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: دعوات عبدیت حق ——— تھے، پس جو لوگ ان سے جڑ گئے وہ دنیا و آخرت میں محفوظ ہو گئے اور جنہوں نے حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا ان کے لئے دنیا و آخرت کا خسران ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضورؐ کے دین پر چلنے اس کو پھیلانے اور اس نعمت عظمیٰ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔